AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سید سلیمان ندوی اور مولانا اسلم جیراج پوری کے تصورِ معجزات کا منہجی و فکری جائزہ: ایک تقابلی مطالعہ

A COMPARATIVE STUDY OF THE METHODOLOGICAL AND INTELLECTUAL APPROACHES TO THE CONCEPT OF MIRACLES IN THE THOUGHT OF SYED SULAIMAN NADWI AND MAULANA ASLAM JAIRAJPURI

Muhammad Abu Al Qasim
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,Riphah International University, Faisalabad, Paksitan.
hafizabualqasim.official@gmail.com
Dr. Muhammad Ishfaq
Lecturer, Department of Islamic Studies,Riphah international University Faisalabad Campus
muhammad.ishfaq@riphahfsd.edu.pk

Abstract
The concept of miracles occupies a significant position in Islamic theology and the study of Prophethood, as miracles are traditionally understood as extraordinary signs manifested by Allah Almighty through His Prophets as evidence of their truthfulness. Throughout the history of Islamic thought, Muslim scholars have discussed the nature, possibility, occurrence, and theological significance of miracles in the light of the Qur'an, Sunnah, rational argumentation, and established theological principles. In the modern period, however, the interpretation of miracles became an important subject of intellectual debate, particularly among Muslim thinkers who sought to address the challenges posed by modern rationalism, scientific thought, and changing intellectual circumstances. In the context of South Asian Muslim thought, Syed Sulaiman Nadwi and Maulana Aslam Jairajpuri represent two significant approaches to this subject.This research presents a comparative and critical study of the concept of miracles in the thought of Syed Sulaiman Nadwi and Maulana Aslam Jairajpuri. The study aims to examine their respective approaches towards the nature and significance of miracles, their interpretation of miraculous events, their treatment of transmitted traditions, and the relationship between reason and revelation in understanding miracles. It also evaluates their views in the light of the classical Islamic intellectual tradition, particularly the approaches of Muslim theologians, scholars of Hadith, exegetes, and scholars of Prophetic biography.
The study employs a qualitative, analytical, and comparative methodology. Relevant primary and secondary sources have been examined, with particular attention to the writings of both scholars and classical Arabic works dealing with miracles, Prophethood, Hadith, and Islamic theology. The findings indicate that Syed Sulaiman Nadwi generally approaches miracles within the framework of the established Islamic tradition. He gives considerable importance to the Qur'an, authentic Prophetic traditions, and the scholarly heritage of the Muslim Ummah, while also taking rational considerations into account. His understanding of miracles therefore remains closely connected with the traditional concept of supernatural events as signs of Prophetic truthfulness.The research concludes that the fundamental difference between the two scholars lies not primarily in their recognition of Prophethood but in their methodological approaches to revelation, transmitted reports, rational interpretation, and the nature of miraculous events. The comparative study also demonstrates the continuing significance of the relationship between reason and revelation in contemporary Islamic thought.

Keywords:
Miracles, Prophethood, Syed Sulaiman Nadwi, Aslam Jairajpuri, Islamic Thought, Rationalism, Hadith, Comparative Study

تعارفِ موضوع:

اسلامی عقائد میں "معجزہ" کو نبوت کی صداقت کی اہم علامت سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں متعدد انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا ذکر ملتا ہے۔ کلاسیکی اسلامی علماء نے معجزات کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور انبیاء کی صداقت کی دلیل قرار دیتے ہوئے ان کی حقیقت، امکان اور وقوع پر تفصیلی بحث

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی ہے۔ جدید دور میں سائنسی فکر، عقلیت پسندی اور جدید فلسفے کے اثرات کے باعث معجزات کی تعبیر کے حوالے سے نئے سوالات پیدا ہوئے۔ برصغیر میں بھی بعض علماء نے ان مسائل کو روایتی منہج کے مطابق سمجھا جبکہ بعض نے عقلی و تنقیدی زاویہ اختیار کیا۔ سید سلیمان ندوی اور مولانا اسلم جیراج پوری اسی فکری تناظر میں اہمیت رکھتے ہیں۔ سید سلیمان ندوی کے ہاں معجزات کی تعبیر قرآن و سنت اور اسلامی علمی روایت سے گہرا تعلق رکھتی ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری کے ہاں عقلی و تنقیدی منہج نمایاں نظر آتا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں دونوں مفکرین کے تصورِ معجزات، منہجِ استدلال اور تعبیرات کا تقابلی و تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ ان کے مابین اتفاق و اختلاف کے بنیادی پہلو واضح کیے جا سکیں۔

ضرورت و اہمیت

معجزات کا موضوع اسلامی عقائد اور تصورِ نبوت سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے، اس لیے اس کا تحقیقی مطالعہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جدید دور میں عقل، سائنس اور جدید فکری نظریات کے اثرات نے معجزات کی حقیقت اور تعبیر کے بارے میں مختلف سوالات پیدا کیے ہیں، جن کا علمی جائزہ ضروری ہے۔ اس تحقیق کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ سید سلیمان ندوی اور مولانا اسلم جیراج پوری برصغیر کے دو اہم اہلِ علم ہیں، لیکن معجزات کے بارے میں ان کے مناہج میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی اسلامی روایت اور قرآن و سنت سے زیادہ قریب رہتے ہوئے معجزات کو سمجھتے ہیں، جبکہ اسلم جیراج پوری عقلی اور تنقیدی زاویے کو زیادہ نمایاں کرتے ہیں۔ دونوں مفکرین کا تقابلی مطالعہ اس امر کو واضح کرنے میں مدد دیتا ہے کہ معجزات کے مسئلے میں روایت، عقل، قرآن و حدیث اور جدید فکری تقاضوں کے درمیان کس نوعیت کا تعلق قائم کیا گیا ہے۔ اس تحقیق سے اسلامیات کے طلبہ اور محققین کو جدید برصغیری اسلامی فکر میں معجزات کے مختلف تصورات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے اور مستقبل میں اس موضوع پر مزید تحقیقی کام کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

معجزات کی حقیقت کے بارے میں دونوں مفکرین کا تقابلی جائزہ

سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری دونوں برصغیر کے ممتاز اہلِ علم اور مفکرین میں شمار ہوتے ہیں، تاہم معجزات کے مسئلہ میں ان کے مناہج اور تعبیرات میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ دونوں شخصیات اس بات پر متفق ہیں کہ معجزات کا تعلق نبوت کی صداقت اور الٰہی تائید سے ہے، لیکن معجزات کی حقیقت، خرقِ عادت کی نوعیت، روایت کے مقام اور عقل کے کردار کے بارے میں ان کے زاویۂ نظر مختلف ہیں۔ سید سلیمان ندوی کا منہج بنیادی طور پر کلاسیکی اہلِ سنت اور محدثین کے قریب ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری کا رجحان عقلی، تاویلی اور جدید فکری تعبیر کی طرف زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

1۔ معجزہ کا مفہوم اور تعریف

سید سلیمان ندوی کے نزدیک معجزہ ایسا خارقِ عادت امر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ پر اس کی صداقت کے اظہار کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔ ان کے نزدیک معجزات نبوت کی روشن دلیل اور تائیدِ الٰہی کا مظہر ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات دراصل نبوت کی صداقت کے وہ روشن آثار ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی تائید فرماتا ہے۔"[1]

اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ سید سلیمان ندوی معجزات کی حقیقی اور خارقِ عادت حیثیت کے قائل ہیں اور انہیں نبوت کی قطعی دلیل سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلم جیراج پوری معجزات کے استدلالی اور معنوی پہلو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک معجزات کی اصل اہمیت ان کے مقصد اور دلالت میں ہے، نہ کہ صرف خارقِ عادت کیفیت میں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزہ دراصل نبی کی صداقت کی دلیل ہے، اس کی اصل اہمیت اس کی دلالت میں ہے نہ کہ محض خرقِ عادت ہونے میں۔"[2]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسلم جیراج پوری معجزات کی تعبیر میں عقلی اور علامتی پہلو کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

امام تفتازانی معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والمعجزة أمر خارق للعادة يظهر على يد مدعي النبوة تصديقًا له"[3]

---

[1] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ج3، ص5۔

[2] جیراج پوری، مولانا محمد اسلم، مقالاتِ اسلم، امداد صابری پبلشر، دہلی، ص109۔

[3] التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح العقائد النسفیہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ص179۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"معجزہ ایسا خارقِ عادت امر ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی تصدیق کے لیے ظاہر ہو۔"

یہ تعریف سید سلیمان ندوی کے منہج سے زیادہ قریب محسوس ہوتی ہے۔

2۔ معجزات اور نبوت کا تعلق

دونوں مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ معجزات کا بنیادی مقصد نبوت کی صداقت کو ظاہر کرنا ہے۔ سید سلیمان ندوی معجزات کو دلیلِ نبوت کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں اور ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے اثبات میں معجزات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات انبیاء کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی مہر تصدیق ہیں۔"[1]

اسلم جیراج پوری بھی معجزات کو نبوت کی دلیل قرار دیتے ہیں، تاہم ان کے نزدیک اس دلیل کی اصل قوت اس کی معنوی اور دعوتی تاثیر میں ہے۔ انہوں نے لکھا:

"انبیاء کے معجزات کا مقصد لوگوں کو حق کی طرف متوجہ کرنا اور ان پر حجت قائم کرنا تھا۔"[2]

یہاں دونوں مفکرین کے درمیان بنیادی اشتراک یہ ہے کہ دونوں معجزات کو نبوت کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، لیکن اختلاف یہ ہے کہ سید سلیمان ندوی معجزات کی حقیقی اور مادی حیثیت پر زور دیتے ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری ان کے استدلالی اور علامتی پہلو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

3۔ خرقِ عادت کا مسئلہ

سید سلیمان ندوی کے نزدیک معجزات حقیقی معنوں میں خرقِ عادت ہیں۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ چونکہ قادرِ مطلق ہے، اس لیے وہ قوانینِ فطرت سے ماورا امور ظاہر کرنے پر بھی قادر ہے۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات کا انکار صرف اس بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عام عادت کے خلاف ہیں، کیونکہ قدرتِ الٰہی عادت کی پابند نہیں۔"[3]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ان کے نزدیک معجزات حقیقی خرقِ عادت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ اس کے برخلاف اسلم جیراج پوری معجزات کی ایسی تعبیر کی طرف مائل ہیں جس میں فطرت اور عقل کے اصولوں سے شدید تصادم پیدا نہ ہو۔ وہ معجزات کی تاویلی اور عقلی توضیح کو زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"اسلام کا پیش کردہ نظامِ کائنات عقل اور فطرت کے خلاف نہیں، اس لیے معجزات کو بھی اسی اصول کے تحت سمجھنا چاہیے۔"[4]

یہی مقام دونوں مفکرین کے درمیان بنیادی فرق کو واضح کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی خرقِ عادت کے حقیقی وقوع کے قائل ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری اس کی عقلی اور تاویلی تعبیر کی طرف مائل ہیں۔

4۔ معجزات اور قوانینِ فطرت

سید سلیمان ندوی کے نزدیک قوانینِ فطرت خود اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، اس لیے معجزات ان قوانین کی نفی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بالاتر قدرت کا اظہار ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"قوانینِ فطرت مستقل بالذات نہیں بلکہ مشیتِ الٰہی کے تابع ہیں۔"[5]

اسلم جیراج پوری اس مسئلہ میں زیادہ عقلی اور فطری تعبیر اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک معجزات کو اس انداز میں سمجھنا چاہیے کہ عقل اور فطرت کے ساتھ مکمل تصادم پیدا نہ ہو۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ان کے مقصد اور دلالت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔"[6]

---

[1] ندوی، سید سلیمان، خطباتِ مدارس، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص174۔

[2] جیراج پوری، اسلم، تعلیماتِ قرآن، ج2، ص77

[3] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص167

[4] جیراج پوری، اسلم، مقالاتِ اسلم، ص121

[5] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج3، ص29

[6] جیراج پوری، اسلم، مقالاتِ اسلم، ص104

یہ فرق دراصل دونوں کے مجموعی فکری منہج کی نمائندگی کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کلاسیکی کلامی منہج سے قریب ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری جدید عقلی تعبیر کے زیادہ قریب محسوس ہوتے ہیں۔

5۔ قرآن بطور معجزہ

قرآن مجید کو دونوں مفکرین سب سے بڑا اور بنیادی معجزہ قرار دیتے ہیں۔ سید سلیمان ندوی کے نزدیک قرآن نبوتِ محمدی ﷺ کا دائمی اور ابدی معجزہ ہے۔ انہوں نے لکھا:

"قرآن مجید حضور ﷺ کا سب سے بڑا اور دائمی معجزہ ہے۔"[1]

اسلم جیراج پوری بھی قرآن کو اصل معجزہ قرار دیتے ہیں، بلکہ ان کے ہاں قرآن کی مرکزیت مزید نمایاں ہے۔ انہوں نے لکھا:

"قرآن مجید دینِ اسلام کا اصل سرچشمہ ہے اور اس کا اعجاز ہر دور کے انسان کے لیے دلیل ہے۔"[2]

یہاں دونوں مفکرین کے درمیان اشتراک نمایاں ہے، تاہم فرق یہ ہے کہ سید سلیمان ندوی قرآن کے ساتھ دیگر حسی معجزات کو بھی اسی قوت کے ساتھ قبول کرتے ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری قرآن کے اعجاز کو بنیادی حیثیت دے کر دیگر معجزات کی تاویلی تعبیر کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری دونوں معجزات کو نبوت کی صداقت اور الٰہی تائید کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، تاہم معجزات کی حقیقت، خرقِ عادت کی نوعیت اور عقل و فطرت کے تعلق کے بارے میں ان کے مناہج میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کا منہج کلاسیکی اہلِ سنت، محدثین اور متکلمین کے زیادہ قریب ہے، جہاں معجزات کو حقیقی خرقِ عادت اور قدرتِ الٰہی کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلم جیراج پوری معجزات کی عقلی، تاویلی اور علامتی تعبیر کی طرف زیادہ مائل ہیں اور ان کے نزدیک معجزات کی اصل اہمیت ان کے استدلالی اور دعوتی پہلو میں ہے۔ تاہم دونوں مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید نبوتِ محمدی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ اور دینِ اسلام کی بنیادی دلیل ہے۔

روایت اور عقل کے باب میں دونوں کا منہج

معجزات کے باب میں سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری کے درمیان اصل اور بنیادی فرق روایت اور عقل کے باہمی تعلق کے مسئلہ میں نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس نے دونوں مفکرین کے تصورِ معجزات، تعبیرِ معجزات اور حدیثی روایات کے فہم میں واضح امتیاز پیدا کیا۔ سید سلیمان ندوی کا منہج روایت پر اعتماد، محدثانہ اصولوں کی پابندی اور عقل و نقل میں تطبیق پر قائم ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری روایت کے تنقیدی مطالعے، عقل کی وسیع تر کارفرمائی اور جدید ذہن کے تقاضوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اگرچہ دونوں مفکرین عقل کی ضرورت اور تحقیق کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں، تاہم عقل کے دائرۂ کار، روایت کی حجیت اور تاویل کی حدود کے بارے میں ان کے زاویۂ نظر ایک دوسرے سے نمایاں طور پر مختلف ہیں۔ برصغیر میں جدید اسلامی فکر کے ارتقاء کے دوران روایت اور عقل کا مسئلہ نہایت اہم علمی بحث بن گیا تھا۔ ایک طرف محدثانہ اور روایتی حلقے تھے جو صحیح روایات کو بنیادی حجت قرار دیتے تھے، جبکہ دوسری طرف جدید عقلیت پسند مفکرین تھے جو مذہبی روایات کو عقل، سائنسی فکر اور جدید تاریخی شعور کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری اسی وسیع فکری پس منظر میں دو مختلف علمی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مناہج کا تقابلی مطالعہ برصغیر کی جدید اسلامی فکر کو سمجھنے کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

1۔ حدیث اور روایت کا مقام

سید سلیمان ندوی کے نزدیک حدیث اور روایت اسلامی علوم کا بنیادی سرچشمہ ہیں اور خصوصاً سیرتِ نبوی ﷺ اور معجزاتِ نبوی ﷺ کے باب میں حدیثی روایت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک صحیح احادیث نہ صرف قابلِ اعتماد ہیں بلکہ معجزاتِ نبوی ﷺ کے اثبات کا سب سے اہم ذریعہ بھی ہیں۔ وہ محدثین کے اصولِ روایت کو معتبر سمجھتے ہیں اور معجزات کے مسئلہ میں صحیح حدیثی ذخیرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کو محض تاریخی روایت سمجھنا یا عقل کی بنیاد پر اس کی تاویل و تضعیف کرنا درست نہیں، کیونکہ حدیث اسلامی روایت کا محفوظ علمی سرمایہ ہے۔ انہوں نے لکھا:

---

[1] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص142

[2] جیراج پوری، اسلم، تاریخ القرآن، مکتبہ طلوع اسلام، لاہور، 1956ء، ص18

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"احادیثِ صحیحہ کے ذریعے ثابت شدہ معجزات کا انکار دراصل سیرتِ نبوی ﷺ کے ایک اہم باب کو کمزور کرنا ہے۔"[1]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ سید سلیمان ندوی حدیثی روایت کو نہایت مضبوط علمی بنیاد سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک معجزاتِ نبوی ﷺ کی روایات چونکہ محدثین کی جانچ اور اصولِ روایت کے مراحل سے گزر کر محفوظ ہوئی ہیں، اس لیے ان کا محض عقلی استبعاد کی بنیاد پر انکار درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شق القمر، معراج، نبوعِ ماء اور تکثیرِ طعام جیسے معجزات کو صحیح احادیث کی بنیاد پر قبول کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلم جیراج پوری حدیثی روایات کے باب میں زیادہ تنقیدی اور احتیاطی منہج اختیار کرتے ہیں۔ وہ حدیث کی اہمیت کے منکر نہیں تھے، لیکن ان کے نزدیک ہر روایت کو بغیر تحقیق قبول کرنا درست نہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کو قرآن، عقل اور تاریخی حقائق کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ روایت کی سند کے ساتھ ساتھ متن اور اس کی عقلی موافقت کو بھی بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"احادیث کا صحیح فہم اسی وقت ممکن ہے جب انہیں قرآن کے تابع سمجھا جائے۔"[2]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسلم جیراج پوری کے نزدیک حدیث کی حیثیت مستقل اور مطلق نہیں بلکہ قرآن کے تابع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض معجزاتی روایات کے ظاہری مفہوم کو قبول کرنے کے بجائے ان کی تاویل یا نئی تعبیر کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کسی روایت کا ظاہری مفہوم عقل اور قرآنی اصولوں سے متصادم محسوس ہو تو اس کی تعبیر و توضیح کی جاسکتی ہے۔ امام ابن صلاح نے محدثانہ منہج کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"أهل الحديث لا يردون الحديث الصحيح بمجرد الاستبعاد العقلي"[3]

"اہلِ حدیث محض عقلی استبعاد کی بنیاد پر صحیح حدیث کو رد نہیں کرتے۔"

یہی اصول سید سلیمان ندوی کے منہج سے قریب محسوس ہوتا ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری اس باب میں زیادہ عقلی تنقید اور تاویل کے قائل ہیں۔

2۔ روایت و درایت کا مسئلہ

سید سلیمان ندوی روایت و درایت دونوں کے امتزاج کے قائل ہیں، تاہم ان کے نزدیک روایت بنیادی حیثیت رکھتی ہے جبکہ درایت اس کی تفہیم کا ذریعہ ہے۔ وہ محض عقلی قیاسات کی بنیاد پر روایت کو رد کرنے کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک محدثین نے صدیوں کی علمی محنت سے حدیثی ذخیرے کی حفاظت کی ہے، اس لیے اس ذخیرے کو جدید عقلیت کے نام پر مشکوک بنانا درست نہیں۔ انہوں نے لکھا:

"روایت کا صحیح فہم ضروری ہے، لیکن یہ فہم روایت کے انکار کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔"[4]

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک درایت کا مقصد روایت کی بہتر تفہیم ہے، نہ کہ روایت کو رد کرنا۔ اسی لیے وہ عقل اور تحقیق کو اہمیت دیتے ہوئے بھی صحیح روایات کے ظاہری مفہوم کو برقرار رکھتے ہیں۔ اسلم جیراج پوری روایت کے مقابلے میں درایت اور عقلی تعبیر کو زیادہ وسعت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک محض روایت کی موجودگی کافی نہیں بلکہ اس کے فہم، عقلی امکان اور قرآنی موافقت کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معجزات کی روایات میں تاویلی اسلوب اختیار کرتے ہیں اور بعض مقامات پر روایت کے ظاہری مفہوم سے ہٹ جاتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"روایت کا احترام ضروری ہے، لیکن اس کی تعبیر عقل اور قرآن کی روشنی میں ہونی چاہیے۔"[5]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ان کے نزدیک درایت اور عقلی تعبیر کو روایت پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی رجحان بعد میں ان کے تصورِ معجزات کی تاویلی جہت کو مضبوط بناتا ہے۔

3۔ عقل اور نصوص کا تعلق

سید سلیمان ندوی عقل اور نصوص کے درمیان تطبیق کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک صحیح عقل اور صحیح نقل میں کوئی حقیقی تعارض نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی روایت کا مفہوم

---

[1] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج3، ص32
[2] جیراج پوری، اسلم، علم حدیث، ص37
[3] ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، علوم الحدیث، دار الفکر، دمشق، 1986ء، ص287
[4] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص188
[5] جیراج پوری، اسلم، علم حدیث، ص54

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بظاہر عقل سے بعید محسوس ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ روایت غلط ہے، بلکہ انسانی عقل محدود ہے اور قدرتِ الٰہی اس سے ماوراء ہے۔ انہوں نے لکھا:

"عقل اگرچہ فہمِ دین کا اہم ذریعہ ہے، لیکن وہ وحی کی حاکم نہیں بلکہ اس کی رہنمائی کی محتاج ہے۔"[1]

یہ اقتباس ان کے متوازن منہج کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسے وحی پر حاکم نہیں بناتے۔

اسلم جیراج پوری عقل کو دینی تعبیر میں زیادہ وسیع کردار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہبی تعبیر اگر جدید عقل کے لیے ناقابلِ فہم ہو تو اس پر غور و فکر ضروری ہے۔ اسی بنیاد پر وہ بعض معجزات کی نئی تعبیرات پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"دین کی ایسی تعبیر جو عقلِ انسانی کے لیے بالکل ناقابلِ فہم ہو، اس پر غور و فکر ضروری ہے۔"[2]

یہی فرق دونوں مفکرین کے مجموعی منہج کو جدا کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی عقل کو نقل کے تابع رکھتے ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری عقل کو تعبیرِ نصوص میں زیادہ فعال حیثیت دیتے ہیں۔ امام تفتازانی نے لکھا ہے:

"إذا ثبت النقل الصحيح فلا معارضة بينه وبين العقل الصريح"[3]

"جب صحیح نقل ثابت ہو جائے تو اس کے اور صحیح عقل کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔"

یہ اصول سید سلیمان ندوی کے منہج کے زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے۔

4۔ ضعیف اور غیر مستند روایات سے تعامل

سید سلیمان ندوی ضعیف اور غیر مستند روایات کے بارے میں نہایت محتاط تھے۔ وہ معجزات کے باب میں غلو آمیز حکایات اور غیر ثابت روایات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک معجزاتِ نبوی ﷺ کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے غیر معتبر قصوں کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات کے باب میں وہی روایات قابلِ اعتماد ہیں جو معتبر طرق سے ثابت ہوں اور جن میں غلو نہ پایا جائے۔"[4]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ان کا منہج محض روایت پرستی نہیں بلکہ تحقیقی احتیاط پر بھی قائم ہے۔ اسلم جیراج پوری بھی غیر مستند روایات سے احتراز کرتے ہیں، تاہم ان کا دائرۂ تنقید زیادہ وسیع ہے۔ وہ بعض ایسی روایات کی بھی تاویل کرتے ہیں جنہیں جمہور محدثین قبول کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک روایت کا عقلی اور قرآنی معیار پر پورا اترنا بھی ضروری ہے۔

5۔ جدید ذہن سے مکالمہ

سید سلیمان ندوی جدید ذہن کے سوالات سے واقف تھے، لیکن انہوں نے ان کے جواب میں روایت کے بنیادی ڈھانچے کو برقرار رکھا۔ وہ جدید اعتراضات کا جواب دیتے ہیں مگر معجزات کے حقیقی اور خارقِ عادت پہلو کا انکار نہیں کرتے۔ اسلم جیراج پوری جدید ذہن سے زیادہ ہم آہنگ تعبیرات پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدید انسان کے لیے مذہبی مسائل کو معقول انداز میں پیش کرنا ضروری ہے، اسی لیے وہ تاویل اور عقلی توضیح کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یہی فرق دونوں مفکرین کے مجموعی فکری رجحان کو نمایاں کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی روایت اور عقل کے درمیان اعتدال قائم رکھتے ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری عقل اور جدید تعبیر کو زیادہ وسعت دیتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری دونوں روایت اور عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن ان کے درمیان بنیادی فرق روایت کی حجیت، عقل کے دائرۂ کار اور تاویل کی حدود کے مسئلہ میں پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کا منہج محدثانہ روایت، حدیثی اعتماد اور عقل و نقل میں تطبیق پر قائم ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری روایت کے تنقیدی مطالعے، عقل کی وسیع تر کارفرمائی اور جدید تعبیرات کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ یہی اختلاف بعد میں معجزات کی تعبیر، خرقِ عادت کے تصور اور حدیثی روایات کے فہم میں دونوں کے مناہج کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیتا ہے۔

---

[1] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص219

[2] جیراج پوری، اسلم، مقالاتِ اسلم، ص118

[3] التفتازاني، سعد الدين، شرح العقائد النسفية ص84

[4] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج1، ص39

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معجزات کے تصور میں بنیادی اختلافات اور اشتراکات

سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری برصغیر کی جدید اسلامی فکر کے دو اہم نمائندہ مفکرین ہیں جنہوں نے معجزات کے مسئلہ پر اپنی اپنی علمی اور فکری جہتوں کے مطابق گفتگو کی۔ اگرچہ دونوں شخصیات قرآن مجید کی عظمت، نبوتِ محمدی ﷺ کی صداقت اور اسلامی فکر کی معقولیت پر متفق ہیں، لیکن معجزات کی حقیقت، ان کی تعبیر، روایت کی حیثیت اور عقل کے کردار کے بارے میں ان کے مناہج میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کا رجحان کلاسیکی محدثانہ اور اہلِ سنت کے منہج سے قریب ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری جدید عقلی اور تاویلی تعبیر کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں مفکرین کے افکار کا تقابلی مطالعہ نہ صرف معجزات کے مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ برصغیر کی جدید اسلامی فکر کے دو مختلف رجحانات کو بھی نمایاں کرتا ہے۔

1۔ مشترک پہلو

اگرچہ سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری کے مناہج میں نمایاں اختلافات موجود ہیں، تاہم بعض بنیادی امور میں دونوں کے درمیان واضح اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔ سب سے اہم مشترک پہلو یہ ہے کہ دونوں نبوتِ محمدی ﷺ کی صداقت اور قرآن مجید کی عظمت کے قائل ہیں۔ دونوں کے نزدیک قرآن مجید اسلام کا سب سے بڑا اور بنیادی معجزہ ہے اور دینِ اسلام کی اصل بنیاد قرآن ہی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے لکھا:

"قرآن مجید حضور ﷺ کا سب سے بڑا اور دائمی معجزہ ہے۔"[1]

اسی طرح اسلم جیراج پوری لکھتے ہیں:

"قرآن مجید دینِ اسلام کا اصل سرچشمہ ہے اور اس کا اعجاز ہر دور کے انسان کے لیے دلیل ہے۔"[2]

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں مفکرین قرآن کے اعجاز اور اس کی دائمی حجیت پر متفق ہیں۔ اسی طرح دونوں تحقیق اور علمی تنقید کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ دونوں غیر مستند اور غلو آمیز روایات سے احتراز کے قائل ہیں اور معجزات کے مسئلہ میں ایک علمی اور تحقیقی اسلوب اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں مفکرین جدید ذہن کے سوالات سے واقف ہیں اور اسلامی تعلیمات کو ایک علمی اور معقول انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے طریقۂ کار میں فرق ہے، تاہم دونوں کا مقصد اسلام کے دفاع اور معقول تعبیر کو پیش کرنا ہے۔

2۔ بنیادی اختلافات

اگر اشتراکات کے باوجود دونوں مفکرین کے افکار کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ معجزات کے مسئلہ میں ان کے درمیان بنیادی اور اصولی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اختلاف معجزات کی حقیقت اور خرقِ عادت کے مسئلہ میں ہے۔ سید سلیمان ندوی کے نزدیک معجزات حقیقی خرقِ عادت واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے اظہار کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔ ان کے نزدیک معجزات کا انکار یا ان کی غیر حقیقی تعبیر درست نہیں، کیونکہ قدرتِ الٰہی عام عادت اور فطری قوانین کی پابند نہیں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات کا انکار صرف اس بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عام عادت کے خلاف ہیں، کیونکہ قدرتِ الٰہی عادت کی پابند نہیں۔"[3]

اس کے برخلاف اسلم جیراج پوری معجزات کی تاویلی اور عقلی تعبیر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ ان کے نزدیک معجزات کی اصل اہمیت ان کی دلالت، دعوتی تاثیر اور معنوی پہلو میں ہے، نہ کہ محض خارقِ عادت کیفیت میں۔ انہوں نے لکھا:

"معجزہ دراصل نبی کی صداقت کی دلیل ہے، اس کی اصل اہمیت اس کی دلالت میں ہے نہ کہ محض خرقِ عادت ہونے میں۔"[4]

یہ اقتباس دونوں کے درمیان بنیادی فکری فرق کو واضح کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی معجزات کی ظاہری اور حقیقی حیثیت کے قائل ہیں جبکہ اسلم جیراج پوری ان کی عقلی، علامتی اور تاویلی تعبیر کو ترجیح دیتے ہیں۔

---

[1] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص142
[2] جیراج پوری، اسلم، تاریخ القرآن، مکتبہ طلوع اسلام، لاہور، 1956ء، ص18
[3] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص167
[4] جیراج پوری، اسلم، مقالاتِ اسلم، ص109

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3۔سید سلیمان ندوی کا اعتدال پسند منہج

سید سلیمان ندوی کا منہج روایت اور عقل کے درمیان ایک متوازن اور معتدل راہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ نہ تو غیر تحقیقی روایت پرستی کے قائل ہیں اور نہ جدید عقلیت کے نام پر معجزات کی تاویل و انکار کے۔ ان کے نزدیک صحیح حدیثی روایات کو قبول کرنا ضروری ہے، تاہم ضعیف اور غلو آمیز روایات سے احتراز بھی لازم ہے۔ انہوں نے لکھا:

"معجزات کے باب میں وہی روایات قابلِ اعتماد ہیں جو معتبر طرق سے ثابت ہوں اور جن میں غلو نہ پایا جائے۔"[1]

یہ اقتباس ان کے تحقیقی اعتدال کو واضح کرتا ہے۔ وہ محدثین کے اصولِ روایت سے وابستہ رہتے ہوئے جدید ذہن کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کا منہج کلاسیکی اہلِ سنت سے قریب ہونے کے باوجود ایک علمی اور معاصر اسلوب کا حامل محسوس ہوتا ہے۔ امام تفتازانی نے لکھا ہے:

"إذا ثبت النقل الصحيح فلا معارضة بينه وبين العقل الصريح"[2]

"جب صحیح نقل ثابت ہو جائے تو اس کے اور صحیح عقل کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔"

یہ اصول سید سلیمان ندوی کے منہج کی روح سے ہم آہنگ محسوس ہوتا ہے۔

4۔اسلم جیراج پوری کا عقلی و تاویلی رجحان

اسلم جیراج پوری کا منہج جدید عقلیت اور تاویلی فکر سے زیادہ متاثر نظر آتا ہے۔ وہ معجزات کے مسئلہ میں روایت کے ظاہری مفہوم پر اصرار کرنے کے بجائے ان کی عقلی، معنوی اور علامتی تعبیر کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدید انسان کے لیے مذہبی مسائل کو اس انداز میں پیش کرنا ضروری ہے جو عقل اور جدید شعور سے قریب ہو۔ انہوں نے لکھا:

"دین کی ایسی تعبیر جو عقلِ انسانی کے لیے بالکل ناقابلِ فہم ہو، اس پر غور و فکر ضروری ہے۔"[3]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ ان کے نزدیک عقل مذہبی تعبیر میں فعال اور بنیادی کردار رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ شق القمر، معراج اور دیگر معجزات کے باب میں تاویلی اور علامتی تعبیرات پیش کرتے ہیں۔ یہی رجحان انہیں جمہور محدثین اور کلاسیکی اہلِ سنت کے منہج سے جدا کرتا ہے۔

5۔علمی نتائج اور اثرات

سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری دونوں نے برصغیر کی اسلامی فکر پر گہرے اثرات مرتب کیے، تاہم ان کے اثرات کی نوعیت مختلف رہی۔ سید سلیمان ندوی نے سیرت نگاری، حدیثی اعتماد اور معتدل علمی منہج کو فروغ دیا۔ ان کی تحریروں نے روایت اور تحقیق کے درمیان توازن پیدا کیا اور جدید ذہن کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کلاسیکی اسلامی فکر سے وابستگی برقرار رکھی۔ اس کے برخلاف اسلم جیراج پوری نے معجزات، حدیث اور دینی تعبیر کے باب میں ایک نئی عقلی اور تنقیدی بحث کو جنم دیا۔ ان کی فکر نے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں مذہبی تعبیر کے نئے رجحانات کو فروغ دیا، اگرچہ ان کے بعض افکار شدید علمی تنقید کا بھی نشانہ بنے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے جدید عقلیت پسند رجحانات کے بارے میں لکھا ہے:

"جب عقل کو وحی پر حاکم بنا دیا جائے تو دین کی بہت سی قطعی حقیقتیں محض تاویلات بن کر رہ جاتی ہیں۔"[4]

یہ اقتباس اسلم جیراج پوری جیسے تاویلی رجحانات پر ہونے والی علمی تنقید کی نمائندگی کرتا ہے۔ سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری دونوں اسلامی فکر کے اہم نمائندہ مفکرین ہیں، تاہم معجزات کے مسئلہ میں ان کے مناہج میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کا منہج کلاسیکی اہلِ سنت، محدثین اور متکلمین کے زیادہ قریب ہے جہاں معجزات کو حقیقی خرقِ عادت اور قدرتِ الٰہی کا مظہر سمجھا جاتا ہے، جبکہ اسلم جیراج پوری معجزات کی عقلی، تاویلی اور علامتی تعبیر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس کے باوجود دونوں قرآن مجید کی عظمت، نبوتِ محمدی ﷺ کی صداقت اور علمی تحقیق کی اہمیت پر متفق ہیں۔ ان دونوں کے افکار کا تقابلی مطالعہ برصغیر کی جدید اسلامی فکر میں

---

[1] ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، ج1، ص39

[2] التفتازاني، سعد الدين، شرح العقائد النسفية ص84

[3] جیراج پوری، اسلم، مقالاتِ اسلم، ص118

[4] أبو الحسن علي الحسني الندوي، ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين، دار القلم، دمشق، 1998ء، ص214

روایت، عقل اور تعبیرِ دین کے مختلف رجحانات کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

نتائجِ تحقیق

اس تحقیقی مطالعہ کے دوران "معجزات کے باب میں سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری کے افکار کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان سے دونوں مفکرین کے تصورات، مناہج اور تعبیرات کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا۔ اس تحقیق سے درج ذیل اہم نتائج سامنے آئے:

1. تحقیق سے واضح ہوا کہ معجزات کا مسئلہ اسلامی عقائد، نبوت کے اثبات اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ کلاسیکی اسلامی فکر میں معجزات کو اللہ تعالیٰ کی تائید، نبوت کی دلیل اور قدرتِ الٰہی کے مظہر کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور جمہور امت کے تعامل سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ معجزات اسلامی اعتقادی نظام کا ایک بنیادی جزو ہیں۔
2. اس تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ محدثین، مفسرین، متکلمین اور اصولیین کی اکثریت معجزات کو حقیقی خرقِ عادت امور قرار دیتی ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قوانینِ فطرت کا پابند نہیں بلکہ قوانینِ فطرت خود مشیتِ الٰہی کے تابع ہیں۔ چنانچہ شق القمر، اسراء و معراج، نبوعِ ماء اور دیگر معجزات کو کلاسیکی اسلامی فکر میں حقیقی اور ظاہری معنی میں قبول کیا گیا ہے۔
3. تحقیق سے واضح ہوا کہ سید سلیمان ندوی کا تصورِ معجزات جمہور اہلِ سنت، محدثانہ روایت اور کلاسیکی اسلامی فکر سے گہری موافقت رکھتا ہے۔ وہ قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور تعاملِ امت کی بنیاد پر معجزات کو حقیقی خرقِ عادت امور قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک معجزات نبوت کی روشن دلیل اور قدرتِ الٰہی کا مظہر ہیں، اس لیے ان کی تاویلی تعبیر یا محض عقلی استبعاد کی بنیاد پر انکار درست نہیں۔
4. اس تحقیق سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ سید سلیمان ندوی جامد روایت پرستی کے قائل نہیں بلکہ عقل اور تحقیق کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم وہ عقل کو وحی اور صحیح حدیثی روایت پر حاکم نہیں بناتے۔ ان کا منہج روایت، عقل اور اعتدالِ فکر کے امتزاج کی نمائندگی کرتا ہے اور جدید ذہن کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے بھی کلاسیکی اسلامی روایت سے وابستگی برقرار رکھتا ہے۔
5. تحقیق سے واضح ہوا کہ اسلم جیراج پوری معجزات کی تعبیر میں عقلی، علامتی اور تاویلی رجحان رکھتے ہیں۔ وہ معجزات کے کلی انکار کے قائل نہیں، لیکن ان کی اصل اہمیت کو ان کی دلالت، معنوی تاثیر اور دعوتی پہلو میں دیکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ شق القمر، معراج اور دیگر معجزات کی ایسی تعبیرات پیش کرتے ہیں جو جدید ذہن اور عقلی شعور سے زیادہ ہم آہنگ محسوس ہوتی ہیں۔
6. اس تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اسلم جیراج پوری حدیثی روایت کے فہم میں عقل اور قرآنی معیار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ بعض روایات کی تاویل اور عقلی تعبیر کے قائل ہیں، جبکہ جمہور محدثین صحیح حدیث کو بنیادی حجت قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بعض تعبیرات کلاسیکی اسلامی فکر اور جمہور اہلِ سنت کے موقف سے مختلف محسوس ہوتی ہیں۔
7. اگرچہ دونوں مفکرین کے مناہج میں واضح اختلافات پائے جاتے ہیں، تاہم تحقیق سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ دونوں قرآن مجید کو سب سے بڑا اور دائمی معجزہ قرار دیتے ہیں۔ دونوں نبوتِ محمدی ﷺ کی صداقت، دینِ اسلام کی حقانیت اور معجزات کی اصل اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اختلاف بنیادی طور پر تعبیر، منہج اور روایت و عقل کے باہمی تعلق کے مسئلہ میں ہے۔

تجاویز و سفارشات

اس تحقیقی مطالعہ "معجزات کے باب میں سید سلیمان ندوی اور اسلم جیراج پوری کے افکار کا تقابلی مطالعہ" کے اختتام پر درج ذیل تجاویز اور سفارشات پیش کی جاتی ہیں تاکہ معاصر اسلامی فکر میں معجزات، روایت، عقل اور تعبیرِ دین کے مسائل کو زیادہ متوازن، علمی اور تحقیقی انداز میں سمجھا جا سکے۔

1. معجزات اسلامی عقائد اور نبوت کے اثبات کا نہایت اہم باب ہیں، اس لیے ان پر گفتگو کرتے وقت جذباتی، غیر تحقیقی اور مناظرانہ اسلوب سے احتراز ضروری ہے۔ علمی حلقوں میں اس موضوع کو قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور کلاسیکی اسلامی فکر کی روشنی میں سنجیدہ تحقیقی انداز سے پیش کیا جانا چاہیے تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس موضوع کو فکری اطمینان کے ساتھ سمجھ سکے۔

2. اس تحقیق سے واضح ہوا کہ روایت سے کلی انحراف اور غیر محدود عقلیت پسندی دونوں انتہائیں علمی توازن کے خلاف ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، کلاسیکی اسلامی روایت اور صحیح عقل کے درمیان اعتدال اور توازن قائم رکھا جائے۔ عقل کو فہمِ دین کا ذریعہ تو تسلیم کیا جائے، لیکن اسے وحی اور قطعی نصوص پر حاکم نہ بنایا جائے۔
3. معاصر دینی اور فکری مباحث میں معجزات کے مسئلہ پر گفتگو کرتے وقت محدثین، متکلمین، مفسرین اور اصولیین کی علمی خدمات سے استفادہ ضروری ہے۔ امام رازی، قاضی عیاض، امام نووی، ابن حجر عسقلانی، امام تفتازانی اور دیگر کلاسیکی علماء کی تصنیفات معجزات کے باب میں مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ جدید تعبیرات کو سمجھنے سے پہلے کلاسیکی اسلامی فکر کا جامع مطالعہ ناگزیر ہے۔
4. موجودہ دور میں سائنسی فکر اور عقلی رجحانات کے غلبہ کے باعث ضروری ہے کہ معجزات کے مسئلہ کو جدید ذہن کے سامنے حکمت، علمی استدلال اور متوازن اسلوب کے ساتھ پیش کیا جائے۔ محض جذباتی دفاع یا غیر علمی انداز کے بجائے قرآن، حدیث اور عقلی استدلال کے امتزاج سے گفتگو زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔
5. اس تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ معجزات کے مسئلہ میں حدیثی روایت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جامعات اور تحقیقی اداروں میں اصولِ حدیث، علمِ روایت اور حدیثی تنقید کے تحقیقی مطالعہ کو فروغ دیا جائے تاکہ معجزات کے باب میں صحیح اور ضعیف روایات کے درمیان فرق کو علمی انداز میں سمجھا جا سکے۔